اور کفر کے ناپسندیدہ ہونے میں کوئی شبہ نہ کرو، بلکہ) اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور (کفر و معاصی سے) پرہیز رکھو تو پھر تم کو اجر عظیم ملے۔

معارف و مسائل

مومن و منافق میں امتیاز وحی کے بجائے عملی طور پر کرنے کی حکمت

اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ مومن مخلص اور منافق میں امتیاز کے لئے حق تعالیٰ ایسے حالات حوادث و مشکلات کے پیدا فرماتے ہیں جن سے عملی طور پر منافقین کا نفاق کھل جائے، اور یہ امتیاز اگرچہ یوں بھی ہو سکتا تھا کہ بذریعہ وحی منافقین کے نام متعین کرکے بتلا دیا جائے، مگر بمقتضائے حکمت ایسا نہیں کیا گیا اللہ تعالیٰ کے افعال کی پوری حکمتیں تو اسی کو معلوم ہیں، یہاں ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر مسلمانوں کو بذریعہ وحی بتلا دیا جائے کہ فلاں منافق ہے تو مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق اور معاملات میں احتیاط کے لئے کوئی ایسی واضح حجت نہ ہوتی جس کو منافق بھی تسلیم کرلیں، وہ کہتے کہ تم غلط کہتے ہو ہم تو پکے سچے مسلمان ہیں۔

بخلاف اس پر عملی امتیاز کے جو مصائب کے ابتلاء کے ذریعہ ہوا کہ منافق بھاگ کھڑے ہوئے عملی طور پر ان کا نفاق کھل گیا، اب اُن کا یہ مُنہ نہیں رہا کہ مومن و مخلص ہونے کا دعویٰ کریں۔

اور اس طرح نفاق کھل جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کا ان کے ساتھ ظاہری اختلاط بھی قطع ہو ورنہ دل میں اختلاف کے باوجود ظاہری اختلاط رہتا تو وہ بھی مضر ہی ہوتا۔

امور غیب پر کسی کو مطلع کر دیا جائے تو وہ علم غیب نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ امور غیب پر بذریعہ وحی اطلاع ہر شخص کو نہیں دیتے، البتہ اپنے انبیاءؑ کا انتخاب کرکے ان کو دیتے ہیں اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ پھر تو انبیاءؑ بھی علم غیب کے شریک اور عالم الغیب ہوگئے کیونکہ وہ علم غیب جو حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے کسی مخلوق کو اس میں شریک قرار دینا شرک ہے، وہ دو چیزوں کے ساتھ مشروط ہے، ایک یہ کہ وہ علم ذاتی ہو کسی دوسرے کا دیا ہوا نہ ہو، دوسرے تمام کائنات ماضی و مستقبل کا علم محیط ہو جس سے کسی ذرّے کا علم بھی مخفی نہ ہو، حق تعالیٰ خود بذریعہ وحی اپنے انبیاءؑ کو جو امور غیبیہ بتلاتے ہیں وہ حقیقۃً علم غیب نہیں ہے بلکہ غیب کی خبریں ہیں جو انبیاءؑ کو دی گئی ہیں جن کو خود قرآن کریم نے کئی جگہ انباء الغیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا، مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (۱۱: ۴۹)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ھُوَ

اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے انکو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل

خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ

بہتر ہے ان کے حق میں، بلکہ یہ بہت برا ہے ان کے حق میں، طوق بنا کر ڈالا جائیگا ان کے گلوں میں وہ مال جس میں بخل کیا تھا

الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

قیامت کے دن اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا اور اللہ جو تم کرتے ہو

ع ۱۸ / ۹
خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ

سو جانتا ہے بیشک اللہ نے سنی ان کی بات جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم

ربع
اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَھُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ

مال دار اب لکھ رکھیں گے ہم ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انھوں نے انبیاء کے ناحق اور

نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ

کہیں گے کہ چکھو عذاب جلتی آگ کا یہ بدلہ اس کا ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا،

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو

عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ

کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں کسی رسول کا جب تک نہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جاوے

النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ

اس کو آگ تو کہہ تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی

قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ

جو تم نے کہا پھر اُن کو کیوں قتل کیا تم نے اگر تم سچے ہو، پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلادیں

فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ

تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے نشانیاں اور صحیفے

الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا

اور کتاب روشن ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو

تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ

پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن پھر جو کوئی دُور کیا گیا دوزخ سے اور

اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا، اور نہیں زندگانی دنیا کی مگر پونجی دھوکہ کی ۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں میں اور جانوں میں اور البتہ سنوگے تم اگلی کتاب

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ

والوں سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں

ربطِ آیات سورۂ آلِ عمران کے شروع میں یہودیوں کی بُری خصلتوں اور شرارتوں کا ذکر تھا یہاں سے پھر اسی کی طرف عود کیا گیا، آیاتِ مذکورہ سب اسی طرح کے مضامین پر مشتمل ہیں اور درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور مسلمانوں کے لئے نصائح کا ذکر ہے،

خلاصۂ تفسیر

اور ہرگز نہ خیال کریں ایسے لوگ جو (ضروری مواقع میں) ایسی چیز (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات اُن کے لئے کچھ اچھی ہوگی، (ہرگز نہیں) بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بُری ہے (کیونکہ انجام اس کا یہ ہوگا کہ) وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنائے جائیں گے اس (مال) کا (سانپ بنا کر) جس میں انھوں نے بخل کیا تھا اور (بخل کرنا یوں بھی حماقت ہے کہ) اخیر میں (جب سب مر جاویں گے) سب آسمان و زمین (اور جو کائنات اُن کے اندر ہیں سب) اللہ ہی کا رہ جاوے گا (لیکن اس وقت یہ مال اللہ کے لئے ہوجانے سے تمھیں کوئی ثواب نہیں ملے گا، کیونکہ تم نے اپنے اختیار سے نہیں دیئے، اور جب انجام کار سب اللہ ہی کا ہونا ہے تو عقل کی بات یہ ہے کہ ابھی اپنے اختیار سے دیدو تاکہ ثواب کے مستحق ہو، اور اللہ تمھارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں (اس لئے جو کچھ خرچ کرو اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے کرو)۔

بیشک اللہ نے سُن لیا ہے اُن (گستاخ) لوگوں کا قول جنھوں نے (استہزاءً) یوں کہا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں، (اور صرف اس سننے پر اکتفا نہیں کیا جاوے گا بلکہ) ہم ان کے کہے ہوئے کو (ان کے نامۂ اعمال میں) لکھ کر رہیں گے اور (اسی طرح) ان کا انبیاء (علیہم السلام) کو ناحق قتل کرنا بھی (ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جاوے گا) اور ہم (اُن پر سزا جاری کرنے کے وقت جتلانے کے لئے) کہیں گے کہ (لو) چکھو آگ کا عذاب، (اور ان کو زیادہ رنج دینے کے لئے اس وقت یہ بھی کہا جاوے گا کہ) یہ (عذاب) اُن اعمال (کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں، اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں

وہ (یہود) ایسے لوگ ہیں کہ (بالکل جھوٹ تراش کر) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو (بواسطۂ انبیاء سابقین) حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر (ی کے مدعی) پر اعتقاد (ان کے پیغمبر ہونے کا) نہ لاویں جب تک ہمارے سامنے معجزہ (خاص) نذر و نیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے، کہ اس کو (آسمانی) آگ کھا جاوے (پہلے بعض انبیاء علیہم السلام کا یہ معجزہ ہوا ہے کہ کوئی چیز جاندار یا بے جان اللہ کے نام کی نکال کر کسی میدان یا پہاڑ پر رکھ دی، غیب سے ایک آگ نمودار ہوتی اور اس چیز کو جلا دیا، یہ علامت قبولِ صدقات کی ہوتی تھی، مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ خاص معجزہ ظاہر نہیں فرمایا، اس لئے ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے، حق تعالیٰ اس کا جواب تعلیم فرماتے ہیں کہ) آپ فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل (معجزات وغیرہ) لے کر آئے، اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو، سو تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا اگر تم (اس امر میں) سچے ہو سو اگر یہ (کفار) لوگ آپ کی تکذیب کریں تو (غم نہ کیجئے کیونکہ) بہت سے پیغمبروں کی جو آپ سے پہلے گذرے ہیں، تکذیب کی جا چکی ہے، جو معجزات لے کر آئے تھے اور (چھوٹے چھوٹے) صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر (جب کفار کی یہ عادت ہی ہے کہ انبیاءؑ کی تکذیب کیا کرتے ہیں تو پھر آپ کو کیا غم ہے)۔

(تم میں) ہر جان (دار) کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور (مرنے کے بعد) تم کو پوری پاداش تمھاری (بھلائی بُرائی کی) قیامت ہی کے روز ملے گی (اگر دنیا میں کافروں پر کسی سزا کا ظہور نہ ہو تو اس سے تکذیب کرنے والوں کو خوشی کا اور تصدیق کرنے والوں کو غم کا کوئی موقع نہیں، آگے اس پاداش کی تفصیل ہے) تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو پورا کامیاب وہ ہوا، (اسی طرح جو جنت سے جدا رہا اور دوزخ [illegible] گیا پورا ناکام وہ ہوا) اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف (ایسی چیز ہے جیسے) دھوکے (کا سودا) ہوتا ہے (جس کی ظاہری آب و تاب کو دیکھ کر خریدار پھنس جاتا ہے، بعد میں اس کی

مشغول ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کی دنیا نے جس چیز کو عقل اور عقلمندی کا معیار سمجھ لیا ہے، وہ محض ایک دھوکا ہے، کسی نے مال و دولت سمیٹ لینے کو عقلمندی قرار دیدیا، کسی نے مشینوں کے کل پرزے بنانے یا برق اور بھاپ کو اصلی پاور سمجھ لینے کا نام عقلمندی رکھ دیا لیکن عقل سلیم کی بات وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء و رسلؑ لے کر آئے کہ علم و حکمت کے ذریعہ سلسلۂ اسباب میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتے ہوئے درمیانی مراحل کو نظر انداز کیا، خام مواد سے مشینوں تک اور مشینوں سے برق اور بھاپ کی قوت تک تمہیں سائنس نے پہونچایا، عقل کا کام یہ ہے کہ ایک قدم اور آگے بڑھو، تاکہ تمہیں یہ معلوم ہو کہ اصل کام نہ پانی مٹی یا لوہے تانبے کا ہے، نہ مشین کا، نہ اس کے ذریعہ پیدا کی ہوئی اسٹیم کا، بلکہ کام اس کا ہے جس نے آگ اور پانی اور ہوا پیدا کی جس کے ذریعہ یہ برق و بھاپ تمہارے ہاتھ آئی ؎

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

اس کو ایک عامیانہ محسوس مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک جنگل کا رہنے والا جاہل انسان جب کبھی ریلوے اسٹیشن پر پہونچے، اور یہ دیکھے کہ ریل جیسی عظیم الشان سواری ایک سُرخ جھنڈی کے دکھانے سے رُک جاتی ہے، اور سبز کے دکھانے سے چلنے لگتی ہے تو اگر وہ یہ کہے کہ یہ سُرخ اور سبز جھنڈی بڑے پاور اور طاقت کی مالک ہے کہ اتنی طاقت والے انجن کو روک دیتی اور چلا دیتی ہے، تو علم و عقل والے اس کو احمق کہیں گے، اور بتلائیں گے کہ طاقت ان جھنڈیوں میں نہیں، بلکہ اس شخص کے پاس ہے جو انجن میں بیٹھا ہوا ان جھنڈیوں کو دیکھ کر روکنے یا چلانے کا کام کرتا ہے، لیکن جس کی عقل کچھ اس سے زیادہ ہے وہ کہے گا کہ انجن ڈرائیور کو پاور یا طاقت کا مالک سمجھنا بھی غلطی ہے، کیونکہ درحقیقت اس کی طاقت کو اس میں کوئی دخل نہیں، وہ ایک قدم اور بڑھ کر اس طاقت کو انجن کے کل پرزوں کی طرف منسوب کرے گا، لیکن ایک فلاسفر یا سائنس داں اس کو بھی یہ کہہ کر بیوقوف بتلائے گا کہ بے حس کل پرزوں میں کیا رکھا ہے، اصل طاقت اس بھاپ اور اسٹیم کی ہے، جو انجن کے اندر آگ اور پانی کے ذریعہ پیدا کی گئی ہے، لیکن حکمت و فلسفہ یہاں آکر تھک جاتا ہے، انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ ظالم! جس طرح جھنڈیوں کو یا ڈرائیور کو یا انجن کے کل پرزوں کو طاقت اور پاور کا مالک سمجھ بیٹھنا اس جاہل کی غلطی تھی، اسی طرح بھاپ اور اسٹیم کو طاقت کا

مالک سمجھ لینا بھی تیری فلسفیانہ غلطی ہے، ایک قدم اور آگے بڑھ تاکہ تجھے اس اُلجھی ہوئی ڈور کا سرا ہاتھ آئے، اور سلسلۂ اسباب کی آخری کڑی تک تیری رسائی ہو جائے کہ درحقیقت ان ساری طاقتوں اور پاوروں کا مالک وہ ہے جس نے آگ اور پانی پیدا کئے، اور یہ اسٹیم تیار ہوئی۔

اس تفصیل سے آپ نے معلوم کر لیا کہ عقل والے کہلانے کے مستحق صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پہچانیں اور ہر وقت ہر حالت میں اس کو یاد کریں، اسی لئے اولی الالباب کی صفت قرآن کریم نے یہ بتلائی اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ

اس لئے حضرات فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی انتقال سے قبل یہ وصیت کر جائے کہ میرا مال عقلاء کو دیدیا جائے، تو کس کو دیا جائے گا؟ اس کے جواب میں حضرات فقہاء کرام نے تحریر فرمایا کہ ایسے عالم زاہد اس مال کے مستحق ہوں گے جو دنیا طلبی اور غیر ضروری مادّی وسائل سے دُور ہیں، کیونکہ صحیح معنی میں وہی عقلاء ہیں (درمختار، کتاب الوصیۃ)

اس جگہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ شریعت میں ذکر کے علاوہ کسی اور عبادت کی کثرت کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن ذکر کے متعلق ارشاد ہے کہ اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (۳۳: ۴۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ ذکر کے سوا سب عبادات کے لئے کچھ شرائط اور قواعد ہیں، جن کے بغیر وہ عبادات ادا نہیں ہوتیں، بخلاف ذکر کے کہ اس کو انسان کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہوئے، باوضو ہو یا بے وضو ہر حالت میں اور ہر وقت انجام دے سکتا ہے، اس آیت میں شاید اسی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔

آیت مذکورہ میں عقل والوں کی دوسری علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ آسمان و زمین کی تخلیق و پیدائش میں تفکر کرتے ہیں: يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، الآیۃ

یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ اس تفکر سے کیا مراد ہے، اور اس کا کیا درجہ ہے؟

فکر اور تفکر کے لغوی معنی غور کرنے اور کسی چیز کی حقیقت تک پہونچنے کی کوشش کرنے کے ہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے اسی طرح فکر بھی ایک عبادت ہے، فرق یہ ہے کہ ذکر تو اللہ جل شانہ کی ذات و صفات کا مطلوب ہے، اور فکر و تفکر اسکی مخلوقات میں مقصود ہے، کیونکہ ذات و صفاتِ الٰہیہ کی حقیقت کا ادراک انسان کی عقل سے بالاتر ہے، اس میں غور و فکر اور تدبر و تفکر بجز حیرانی کے کوئی نتیجہ نہیں رکھتا، عارف رومیؒ نے فرمایا ؎

دور بینانِ بارگاہِ الست
غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

بلکہ بعض اوقات حق جل شانہٗ کی ذات و صفات میں زیادہ غور و فکر انسان کی ناقص عقل کے لئے گمراہی کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے اکابر اہلِ معرفت کی وصیت ہے کہ تَفَكَّرُوْا فِيْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَلَا تَتَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ "یعنی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں میں غور و فکر کرو، مگر خود اللہ تعالیٰ کی ذات صفات میں غور و فکر نہ کرو، کہ وہ تمہاری رسائی سے بالاتر ہے، آفتاب کی روشنی میں ہر چیز کو دیکھا جا سکتا ہے، مگر خود آفتاب کو کوئی دیکھنا چاہے تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، ذات و صفات کے مسئلہ میں تو بڑے بڑے ماہر فلاسفہ اور جہانوں کی سیر کرنے والے اربابِ معرفت نے آخر کار یہی نصیحت کی ہے کہ ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جا ہا سپر باید انداختن

البتہ غور و فکر اور عقل کی دوڑ دھوپ کا میدان مخلوقاتِ الٰہیہ ہیں، جن میں صحیح غور و فکر کا لازمی نتیجہ ان کے خالق جل شانہٗ کی معرفت ہے، آسمان عظیم الشان وسیع و عریض اور اس میں آفتاب و مہتاب اور دوسرے ستارے جن میں کچھ ثوابت ہیں جو دیکھنے والوں کو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، کوئی بہت آہستہ حرکت ہو تو اس کا علم پیدا کرنے والے ہی کو ہے اور انہی ستاروں میں کچھ سیارات ہیں، جن کے دورے نظام شمسی و قمری وغیرہ کے انداز میں نہایت محکم و مضبوط قانون کے تحت مقرر اور متعین ہیں، نہ ایک سیکنڈ ادھر ہوتے ہیں، نہ ان کی مشینری کا کوئی پرزہ گھستا ہے، نہ ٹوٹتا ہے، نہ کبھی ان کو کسی ورکشاپ میں بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے، نہ اس کی مشینری کبھی رنگ و روغن چاہتی ہے، ہزاروں سال سے ان کے مسلسل دورے اسی نظام محکم اور معین اوقات کے ساتھ چل رہے ہیں، اسی طرح زمین کا پورا کرہ، اس کے دریا اور پہاڑ، اور دونوں میں طرح طرح کی مخلوقات درخت اور جانور اور زمین کی تہہ میں چھپی ہوئی معدنیات، اور زمین و آسمان کے درمیان چلنے والی ہوا، اور اس میں پیدا ہونے اور برسنے والی برق و باراں اور اس کے مخصوص نظام یہ سب کے سب سوچنے، سمجھنے والے کے لئے کسی ایسی ہستی کا پتہ دیتے ہیں، جو علم و حکمت اور قوت و قدرت میں سب سے بالاتر ہے، اور اسی کا نام معرفت ہے، تو یہ غور و فکر معرفتِ الٰہیہ کا سبب ہونے کی وجہ سے بہت بڑی عبادت ہے، اسی لئے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا، "تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ" (ابن کثیر) "یعنی ایک گھڑی آیاتِ قدرت میں غور کرنا پوری رات کی عبادت سے بہتر اور زیادہ مفید ہے"۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس غور و فکر کو افضل عبادت فرمایا ہے (ابن کثیر)

حسن بن عامرؓ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے صحابہ کرامؓ سے سنا ہے، سب یہ فرماتے تھے کہ ایمان کا نور اور روشنی تفکر ہے۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں گھر سے نکلتا ہوں تو جس چیز پر میری نگاہ پڑتی ہے میں کھلی آنکھوں دیکھتا ہوں کہ اس میں میرے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اور اس کے وجود میں میرے لئے عبرت حاصل کرنے کا سامان موجود ہے (ابن کثیر)

اسی کو بعض عارفین نے فرمایا کہ ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

حضرت سفیان بن عیینہؒ کا ارشاد ہے کہ غور و فکر ایک نور ہے جو تیرے دل میں داخل ہو رہا ہے۔

حضرت وہب بن منبہؒ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کثرت سے غور و فکر کرے گا تو حقیقت سمجھ لے گا، اور جو سمجھ لے گا اس کو علم صحیح حاصل ہو جائے گا، اور جس کو علم صحیح حاصل ہو گیا وہ ضرور عمل بھی کرے گا (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا گذر ایک عابد زاہد کے پاس ہوا، جو ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن کے ایک طرف قبرستان تھا اور دوسری طرف گھروں کا کوڑا کباڑ وغیرہ تھا، گذرنے والے بزرگ نے کہا کہ دنیا کے دو خزانے تمہارے سامنے ہیں ایک انسانوں کا خزانہ جس کو قبرستان کہتے ہیں، دوسرا مال و دولت کا خزانہ جو فضلات اور گندگی کی صورت میں ہے، یہ دونوں خزانے عبرت کے لئے کافی ہیں (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے قلب کی اصلاح و نگرانی کے لئے شہر سے باہر کسی ویرانہ کی طرف نکل جاتے تھے، اور وہاں پر پہنچ کر کہتے این اھلک یعنی تیرے بسنے والے کہاں گئے؟ پھر خود ہی جواب دیتے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (۲۸: ۸۸) یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے (ابن کثیر) اس طرح تفکر کے ذریعہ آخرت کی یاد اپنے قلب میں مستحضر کرتے تھے۔

حضرت بشر حافیؒ نے فرمایا کہ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں تفکر کرتے تو اس کی معصیت و نافرمانی نہ کرسکتے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اے ضعیف الخلقت آدمی! تو جہاں بھی ہو خدا سے ڈر، اور دنیا میں ایک مہمان کی طرح بسر کر، اور مساجد کو اپنا گھر بنا لے، اور اپنی آنکھوں

کو خوفِ خدا سے رونے کا اور جسم کو صبر کا اور قلب کو تفکر کا عادی بنادے، اور کل کے رزق کی فکر نہ کر۔

آیتِ مذکورہ میں اسی فکر و تفکر کو عقلمند انسان کا اعلیٰ وصف کرکے بیان فرمایا ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں غور و فکر کرکے حق تعالیٰ کی معرفت اور دنیا کی ناپائیداری کا علم حضوری حاصل کرلینا افضل عبادت اور نورِ ایمان ہے، اسی طرح آیاتِ الٰہیہ کو دیکھنے اور برتنے کے باوجود خود ان مخلوقات کی ظاہری ٹیپ ٹاپ میں اُلجھ کر رہ جانا اور ان کے ذریعہ مالکِ حقیقی کی معرفت حاصل نہ کرنا سخت نادانی اور ناسمجھ بچوں کی سی حرکت ہے، مولانا جامیؒ نے اسی کو فرمایا ہے ؎

ہمہ اندر زمن ترا زین است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

اور اسی بے بصیرتی کو حضرت مجذوبؒ نے اس طرح بیان فرمایا ؎

کچھ بھی مجنوں جو بصیرت تجھے حاصل ہو جائے
تو نے لیلیٰ جسے سمجھا ہے وہ محمل ہو جائے

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص کائناتِ عالم کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تو بقدر اس کی غفلت کے اس کے قلب کی بصیرت مٹ جاتی ہے، آج کی سائنٹفک اور حیرت انگیز ایجادات اور ان میں اُلجھ کر رہ جانے والے ’’ربدین‘‘ کی خدا تعالیٰ اور اپنے انجام کار سے غفلت حکماء کے اس مقولہ کی کھلی شہادت ہے کہ سائنس کی ترقیات جوں جوں خدا تعالیٰ کی کمال صنعت کے رازوں کو کھولتی جاتی ہیں، اتنا ہی وہ خدا شناسی اور حقیقت آگاہی سے اندھے ہوتے جاتے ہیں، بقول اکبر مرحوم ؎

بھول کر بیٹھا ہے یورپ آسمانی باپ کو
بس خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو

قرآن کریم نے ایسے ہی بے بصیرت لکھے پڑھے جاہلوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝ یعنی آسمان اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن سے یہ لوگ منہ موڑ کر گزر جاتے ہیں اُن کی حقیقت و صنعت اور ان کے صانع کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات و مصنوعات میں غور و فکر کرکے اس کی عظمت و قدرت کا استحضار ایک اعلیٰ عبادت ہے، اُن سے کوئی عبرت حاصل نہ کرنا سخت نادانی ہے۔

آیتِ مذکورہ کے آخری جملے نے آیاتِ قدرت میں غور و فکر کا نتیجہ بتلایا ہے: رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا، یعنی حق تعالیٰ کی عظیم اور غیر محصور مخلوقات میں غور و فکر کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے فضول و بیکار پیدا نہیں کیا ہے، بلکہ ان کی خلقت میں ہزاروں حکمتیں مضمر ہیں، ان سب کو انسان کا خادم اور انسان کو مخدوم کائنات بنا کر انسان کو اس غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ ساری کائنات تو اس کے فائدہ کے لئے بنی ہے، اور انسان خدا تعالیٰ کی طاعت و عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے، یہی اس کا مقصد زندگی ہے، اس کے بعد غور و فکر اور تفکر و تدبر کے نتیجہ میں وہ لوگ اس حقیقت پر پہنچے کہ کائناتِ عالم فضول و بیکار پیدا نہیں کی گئی، بلکہ یہ سب خالقِ کائنات کی عظیم قدرت و حکمت کے روشن دلائل ہیں۔

آگے ان لوگوں کی چند درخواستوں اور دعاؤں کا ذکر ہے، جو انھوں نے اپنے رب کو پہچان کر اس کی بارگاہ میں پیش کیں۔

پہلی درخواست یہ ہے کہ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ، یعنی ہمیں جہنم کے عذاب سے بچائیے۔

دوسری درخواست یہ ہے کہ ہمیں آخرت کی رسوائی سے بچائیے، کیونکہ جن کو آپ نے جہنم میں داخل کر دیا اس کو سارے جہان کے سامنے رسوا کر دیا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ میدانِ حشر کے اندر رسوائی ایک ایسا عذاب ہوگا کہ آدمی یہ خواہش کرے گا کہ کاش! اسے جہنم میں ڈال دیا جائے اور اس کی بدکاریوں کا چرچا اہلِ محشر کے سامنے نہ ہو۔

تیسری درخواست یہ ہے کہ ہم نے آپ کی طرف سے آنے والے منادی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو سُنا، اور اس پر ایمان لائے تو آپ ہمارے بڑے گناہوں کو معاف فرمادیں، اور ہمارے عیوب اور برائیوں کا کفارہ فرمادیں اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دیں، یعنی ان کے زمرہ میں شامل فرمالیں۔

یہ تین درخواستیں تو عذاب اور تکلیف اور مضرت سے بچنے کے لئے تھیں، آگے چوتھی درخواست فوائد اور منافع حاصل کرنے کے متعلق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ جو وعدہ آپ نے جنت کی نعمتوں کا فرمایا ہے وہ ہمیں اس طرح عطا فرمائیے کہ قیامت میں رسوائی بھی نہ ہو، یعنی اول مواخذہ اور بدنامی، بعد میں معافی کی صورت کے بجائے اول ہی سے معافی فرما دیجئے، آپ تو وعدہ خلافی نہیں کیا کرتے، مگر اس عرض و معروض کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں اس قابل بنا دیجئے کہ ہم یہ وعدہ حاصل کرنے کے مستحق ہو جائیں، اور پھر اس پر قائم رہیں، یعنی خاتمہ ایمان اور عملِ صالح پر ہو۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ
پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ
میں سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انھوں نے اور

اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا
نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
البتہ دور کروں گا میں ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا ان کو باغوں میں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ
نیچے بہتی ہیں نہریں یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی
اچھا بدلہ تجھ کو دھوکا نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا شہروں

الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ
میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا

الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ
ٹھکانا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے لئے باغ ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ
نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے اور

مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
جو اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیک بختوں کے واسطے اور کتاب والوں میں بعضے وہ ہیں

لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ
جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو اترا تمھاری طرف اور جو اترا ان کی طرف

خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ
عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾
جن کے لئے مزدوری ہے ان کے رب کے ہاں بیشک اللہ جلد لیتا ہے حساب

ربطِ آیات سابقہ آیات میں مومنین صالحین کی چند دعاؤں کا ذکر تھا، مذکورہ پہلی آیت میں ان دعاؤں کی قبولیت اور ان کے اعمالِ صالحہ کے اجرِ عظیم کا بیان ہے، دوسری تیسری آیتوں میں یہ ہدایت ہے کہ کفار کے ظاہری عیش وعشرت مال ودولت اور دنیا میں چلنے پھرنے سے مسلمانوں کو کوئی دھوکہ نہ ہونا چاہئے، کہ وہ چند روزہ ہے، اور پھر عذاب دائمی۔

چوتھی آیت میں پھر تقویٰ شعار مسلمانوں کے لئے جنت کی لازوال نعمتوں کا وعدہ ہے، پانچویں میں خصوصیت سے اُن مسلمانوں کے اجرِ عظیم کا ذکر ہے جو پہلے اہلِ کتاب میں سے تھے پھر مسلمان ہوگئے۔

خُلاصۂ تفسیر

سو قبول کرلیا ان کی دعاؤں کو ان کے رب نے اس وجہ سے (کہ میری عادت مستمرہ ہے کہ) میں کسی شخص کے (نیک) کام کو جو تم میں سے کام کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا (کہ اس کا بدلہ نہ دیا جاوے) خواہ وہ (کام کرنے والا) مرد ہو یا عورت (دونوں کے لئے ایک ہی قانون ہے) کیونکہ تم (دونوں) آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو (اس لئے حکم بھی دونوں کا ایک سا ہی ہے، پس جب انھوں نے ایمان قبول کرکے ایک بڑا نیک عمل کیا، اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات کی درخواست کی تو مثل ان کی دعاء ودرخواست کو اپنی عادتِ مستمرہ کے مطابق منظور کرلیا اور جب ہم ایمان پر ایسے ثمرات عطا فرماتے ہیں) تو جن لوگوں نے (ایمان کے ساتھ اور اعمالِ شاقہ بھی کئے جیسے ہجرت یعنی) ترکِ وطن کیا اور (وہ بھی ہنسی خوشی، سیر وسیاحت کیلئے نہیں، بلکہ اس طرح کہ) اپنے گھروں سے (تنگ کرکے) نکالے گئے اور (اس کے سوا طرح طرح کی تکلیفیں بھی) دیئے گئے (اور یہ باتیں یعنی ہجرت اور وطن سے نکالنا اور مختلف قسم کی ایذائیں سب) میری راہ میں (یعنی میرے دین کے سبب ان کو پیش آئیں اور ان سب کو انھوں نے برداشت کیا) اور (اس سے بڑھ کر انھوں نے یہ کام کیا کہ) جہاد (بھی) کیا اور (بہت سے ان میں سے) شہید (بھی) ہوگئے، (اور آخر تک جہاد سے نہ ہٹے، تو ایسے محنت کے اعمال پر ثمرات اور نعمتیں کیوں نہ ملیں گی) ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں (جو میرے حقوق کے متعلق ہوگئی ہوں) معاف کردوں گا اور ضرور ان کو (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے

(محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی (ان کو یہ بدلہ ملے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس (یعنی اس کے قبضہ قدرت میں) اچھا عوض ہے، (مذکورہ آیات میں مسلمانوں کی کلفتوں کا بیان اور اس کا انجام نیک مذکور تھا، آگے کافروں کے عیش و آرام اور اس کے انجام بد کا ذکر ہے، تاکہ مسلمانوں کی تسلی ہو اور بدعمل لوگوں کو اصلاح اور توبہ کی توفیق ہو)۔

لَا يَغُرَّنَّكَ (اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا (کسب معاش یا تفریحات کے لئے) چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے (کہ اس حالت کی کچھ تعریف کرنے لگے) یہ چند روزہ بہار ہے (کیونکہ مرتے ہی اس کا نام و نشان بھی نہ رہے گا، اور) پھر (انجام یہ ہوگا کہ) ان کا ٹھکانا (ہمیشہ کے لئے) دوزخ ہوگا اور وہ بُری ہی آرام گاہ ہے، لیکن (ان میں سے بھی) جو لوگ خدا سے ڈریں (اور مسلمان و فرمانبردار ہو جائیں) ان کے لئے بہشتی باغات ہیں جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان (باغوں) میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ ان کی مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے، اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں (جن کا ابھی ذکر ہوا یعنی بہشتی باغ اور نہریں وغیرہ) یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں (کفار کی چند روزہ عیش و مسرت سے)۔

(مذکورہ آیات دعا سے پہلے اہل کتاب کی بُری خصلتوں اور ان کے عذاب و انجام بد کا مسلسل ذکر آیا ہے، آگے ان لوگوں کا ذکر ہے جو اہل کتاب میں سے مسلمان صالح ہو گئے، اس لئے قرآن کی عام عادت کے مطابق بدکرداروں کے قبائح کے بعد نیکوکاروں کی مدائح کا ذکر ہے)

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ پر اعتقاد رکھتے ہیں، اور اس کتاب کے ساتھ بھی (اعتقاد رکھتے ہیں) جو تمہارے پاس بھیجی گئی (یعنی قرآن) اور اس کتاب کے ساتھ بھی (اعتقاد رکھتے ہیں) جو اُن کے پاس بھیجی گئی (یعنی توراۃ اور انجیل اور خدا کے ساتھ جو اعتقاد رکھتے ہیں تو اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی) ہیں (اس لئے اس اعتقاد میں حدود سے تجاوز نہیں کرتے کہ اللہ پر اولاد کی تہمت لگائیں یا احکام میں افترا کریں، اور تورات و انجیل کے ساتھ جو اعتقاد رکھتے ہیں تو اس طور پر کہ) اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں (دنیا کا) کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے، ایسے لوگوں کو ان کا نیک عوض ملے گا ان کے پروردگار کے پاس (اور اس میں کچھ دیر بھی نہ لگے گی، کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب (کتاب) کر دیں گے، (اور حساب کتاب کرتے ہی سب کا دینا لینا بے باق کر دیں گے)۔

معارف و مسائل

ہجرت اور شہادت سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، مگر قرض وغیرہ حقوق العباد کی معافی کا وعدہ نہیں

لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ کے تحت خلاصہ تفسیر میں یہ قید لگائی گئی ہے کہ اللہ کے حقوق میں جو کوتاہیاں اور گناہ ہوئے وہ معاف ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں قرض اور دَین کا مستثنیٰ ہونا بیان فرمایا ہے، اس کی معافی کا ضابطہ یہی ہے کہ خود یا اس کے وارث ان حقوق کو ادا کر دیں یا معاف کرا دیں، اور کسی شخص پر حق تعالیٰ خاص فضل فرمادیں اور اصحاب حق کو اس سے راضی کر کے معاف کرا دیں یہ اور بات ہے، اور بعض کے ساتھ ایسا بھی ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

ع ۲۰

ربط آیات یہ سورۃ آل عمران کی آخری آیت ہے مسلمانوں کے لئے چند اہم وصیتوں پر مشتمل ہے، گویا پوری سورت کا خلاصہ ہے۔

خلاصہ تفسیر

اے ایمان والو (تکالیف پر) خود صبر کرو اور (جب کفار سے مقابلہ ہو تو) مقابلہ میں صبر کرو اور (احتمالِ مقاتلہ کے وقت) مقابلہ کے لئے مستعد رہو اور (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ حدودِ شرعیہ سے نہ نکلو) تاکہ تم پورے کامیاب ہو (آخرت میں لازمی اور ضروری اور بعض اوقات دنیا میں بھی)۔

معارف و مسائل

اس آیت میں تین چیزوں کی وصیت مسلمانوں کو کی گئی ہے، صبر، مصابرہ، مرابطہ، اور چوتھی چیز تقویٰ ہے جو ان تینوں کے ساتھ لازم ہے۔

صبر کے لفظی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں، اور اصطلاح قرآن و سنت میں نفس کو خلافِ طبع چیزوں پر جمائے رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے، جس کی تین قسمیں ہیں:

اوّل، صبر علی الطاعات، یعنی جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، ان کی پابندی طبیعت پر کتنی بھی شاق ہو اس پر نفس کو جمائے رکھنا۔

دوسرے، صبر عن المعاصی، یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ نفس کیلئے کتنی ہی مرغوب و لذیذ ہوں نفس کو اس سے روکنا۔

تیسرے صبر علی المصائب، یعنی مصیبت و تکلیف پر صبر کرنا حد سے زائد پریشان نہ ہونا، اور سب تکلیف و راحت کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر نفس کو بے قابو نہ ہونے دینا۔

مصابرت اسی لفظ صبر سے ماخوذ ہے، اس کے معنی ہیں، دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا، مرابطہ، یہ لفظ ربط سے بنا ہے جس کے اصل معنی باندھنے کے ہیں، اور اسی وجہ سے رباط اور مرابطہ کے معنے گھوڑے باندھنے اور جنگ کی تیاری کے لئے جاتے ہیں، قرآن کریم میں اسی معنی کے لئے آیا ہے، وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (۸: ۶۰) اصطلاحِ قرآن و حدیث میں یہ لفظ دو معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے:

اوّل اسلامی سرحدوں کی حفاظت جس کے لئے جنگی گھوڑے اور جنگی سامان کے ساتھ مسلح رہنا لازمی ہے، تاکہ دشمن اسلامی سرحد کی طرف رُخ کرنے کی جرأت نہ کرے۔

دوسرے نماز باجماعت کی ایسی پابندی کہ ایک نماز کے بعد ہی سے دوسری نماز کے انتظار میں رہے، یہ دونوں چیزیں اسلام میں بڑی مقبول عبادت ہیں، جن کے فضائل بے شمار ہیں، ان میں سے چند یہاں لکھے جاتے ہیں:

رباط یعنی اسلامی سرحد کی حفاظت کا انتظام

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے جنگ کی تیاری کے ساتھ وہاں قیام کرنے کو رباط اور مرابطہ کہا جاتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ ابھی جنگ کا خطرہ سامنے نہیں سرحد مامون و محفوظ ہے، محض حفظ ما تقدم کے طور پر اس کی نگرانی کرنا ہے، ایسی حالت میں تو یہ بھی جائز ہے کہ آدمی وہاں اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہنے بسنے لگے، اور زمین کی کاشت وغیرہ سے اپنا معاش پیدا کرتا رہے، اس حالت میں اگر اس کی اصل نیت حفاظتِ سرحد کی ہے رہنا بسنا اور کسبِ معاش اس کے تابع ہے تو اس شخص کو بھی رباط فی سبیل اللہ کا ثواب ملے گا، خواہ کبھی جنگ نہ کرنا پڑے، لیکن جس کی اصل نیت حفاظتِ سرحد نہ ہو بلکہ اپنا گذارہ ہی مقصود ہو خواہ اتفاقی طور پر سرحد کی حفاظت کی بھی نوبت آجائے یہ شخص مرابط فی سبیل اللہ نہیں ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سرحد پر دشمن کے حملہ کا خطرہ ہے، ایسی حالت میں عورتوں بچوں کو وہاں رکھنا درست نہیں، صرف وہ لوگ رہیں جو دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں (قرطبی)

ان دونوں صورتوں میں رباط کے فضائل بے شمار ہیں، صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ کے راستہ میں ایک دن کا رباط تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے" اور صحیح مسلم میں بروایت سلمانؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ایک دن رات کا رباط ایک مہینہ کے مسلسل روزے اور تمام شب عبادت میں گذارنے سے بہتر ہے، اور اگر وہ اس حال میں مرگیا تو اس کے عمل رباط کا روزانہ ثواب ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ شیطان سے مامون و محفوظ رہے گا۔

اور ابوداؤد نے بروایت فضالہ بن عبید نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک مرنے والے کا عمل اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، بجز مرابط کے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا ہی رہتا ہے، اور قبر میں حساب و کتاب لینے والوں سے مامون و محفوظ رہتا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عمل رباط ہر صدقہ جاریہ سے بھی زیادہ افضل ہے، کیونکہ صدقۂ جاریہ کا ثواب تو اسی وقت تک جاری رہتا ہے، جب تک اس کے صدقہ کئے ہوئے مکان، زمین یا تصانیف کتب یا وقف کی ہوئی کتابوں وغیرہ سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں، جب یہ فائدہ منقطع ہو جائے تو ثواب بھی بند ہو جاتا ہے، مگر مرابط فی سبیل اللہ کا ثواب قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں، وجہ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو اعمالِ صالحہ پر قائم رہنا جب ہی ممکن ہے جبکہ وہ دشمن کے حملوں سے محفوظ ہوں تو ایک مرابط کا عمل تمام مسلمانوں کے اعمالِ صالحہ کا سبب بنتا ہے، اس لئے قیامت تک اس کے عمل رباط کا ثواب بھی جاری رہے گا، اور اس کے علاوہ وہ جتنے نیک کام دنیا میں کیا کرتا تھا ان کا ثواب بھی بغیر عمل کئے ہمیشہ جاری رہے گا، جیسا کہ ابن ماجہ میں باسناد صحیح حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أُجْرِيَ عَلَيْهِ أَجْرُ عَمَلِهِ الصَّالِحِ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ، وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَأَمِنَ مِنَ الْفَتَّانِ وَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اٰمِنًا مِّنَ الْفَزَعِ (از تفسیر قرطبی)	"جو شخص حالتِ رباط میں مرجائے تو وہ جو کچھ عمل صالح دنیا میں کیا کرتا تھا اُن سب اعمال کا ثواب برابر جاری رہے گا، اور اس کا رزق بھی جاری رہے گا اور شیطان سے (یا سوال قبر) محفوظ رہے گا، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ایسا مطمئن اٹھائیں گے کہ محشر کا کوئی خوف اس پر نہ ہوگا۔"

اس روایت میں جو فضائل مذکور ہیں ان میں شرط یہ ہے کہ حالتِ رباط ہی میں اس کی موت آجائے، مگر بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ زندہ بھی اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹ گیا تو یہ ثواب پھر بھی جاری رہے گا۔

حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی کمزور سرحد کی حفاظت اخلاص کے ساتھ ایک دن رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں کرنے کا ثواب سو سال کے مسلسل روزوں اور شب بیداری سے افضل ہے، اور رمضان میں ایک دن کا رباط افضل و اعلیٰ ہے ایک ہزار سال کے صیام و قیام سے (اس لفظ میں راوی نے کچھ تردد کا اظہار کیا ہے) پھر فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو صحیح سالم اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹا دیا تو ایک ہزار سال تک اس پر کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا، اور نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی اور اس کے عمل رباط کا اجر قیامت تک جاری رہے گا۔ (قرطبی)

نماز جماعت کی پابندی ایک نماز کے بعد دوسری کے انتظار میں رہنا بھی رباط فی سبیل اللہ ہے

ابو سلمہ بن عبدالرحمنؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ چیز بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیں اور تمہارے درجات بلند کریں، وہ چیزیں یہ ہیں، وضو کو مکمل طور پر کرنا باوجودے کہ سردی یا کسی زخم درد وغیرہ کے سبب اعضاء وضو کا دھونا مشکل نظر آرہا ہو، اور مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار، پھر فرمایا فذٰلکم الرباط (یعنی یہی رباط فی سبیل اللہ ہے)

امام قرطبیؒ نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کی رُو سے امید ہے کہ جو شخص ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی پابندی کرے اس کو بھی اللہ تعالیٰ وہ ثواب عظیم عطا فرما دیں گے جو رباط فی سبیل اللہ کے لئے احادیث میں مذکور ہے۔

فائدہ: اس آیت میں اول تو مسلمانوں کو صبر کا حکم دیا گیا ہے جو ہر وقت ہر حال میں ہر جگہ ہوسکتا ہے، اور اس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے، دوسرا حکم مصابرہ کا جو کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کے وقت ہوتا ہے، تیسرا حکم مرابطہ کا جو کفار سے مقابلہ کا احتمال اور خطرہ لاحق ہونے کے وقت ہوتا ہے، اور سب سے آخر میں تقویٰ کا حکم ہے جو ان سب کاموں کی روح اور قبولیتِ اعمال کا مدار ہے، یہ مجموعہ تقریباً تمام احکام شرعیہ پر حاوی ہے، حق تعالیٰ ہم سب کو ان احکام پر عمل کرنے کی توفیق کامل عطا فرمائیں۔ وللہ الحمد اولہ وآخرہ۔

سُورۂ آلِ عمران تمام شد

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسِتٌّ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۂ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو چھہتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اے لوگو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَ

اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں اور

اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے بیشک اللہ

عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا

تم پر نگہبان ہے، اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال اور بدل نہ لو

الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ

برے مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴿۲﴾

یہ ہے بڑا وبال

ربط آیات وسورت سورۂ آلِ عمران کی آخری آیت تقویٰ پر ختم ہوئی ہے اور یہ سورت بھی